16

اسلام اور احمدیت کی ترقی کا ایک ہی گُر

(فرمودہ 6 اگست 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"تین مہینے سے غالباً کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا ہے جبکہ مجھے یہاں خطبہ جُمعہ دینے کا موقع ملا تھا۔ اس کے بعد ایک لمبی بیماری کی وجہ سے میں خطبہ نہیں پڑھ سکا۔ جہاں تک بیماری کا تعلق ہے گو اس کی شدت نہیں رہی لیکن اب بھی بخار اور کھانسی کی شکایت باقی ہے اور گلے کی شکایت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹروں کا تو یہ خیال ہے کہ یہ زیادہ سخت بیماری نہیں لیکن میرا اپنا احساس یہ ہے کہ سب سے زیادہ گلے میں ہی تکلیف ہے اور اب بھی معمولی گفتگو یا معمولی سے کلام کے بعد آواز بہت بھرّا جاتی اور بعض دفعہ تو قریباً بیٹھ ہی جاتی ہے۔ ان حالات میں گو ڈاکٹر اس گلے کی تکلیف کو کوئی بڑی مرض قرار نہیں دیتے لیکن جو گلے کے امراض کے ماہرین ہیں ان کی اور بعض دوسرے ڈاکٹروں کی بھی یہ ہدایت رہی ہے کہ مجھے کلّی طور پر بولنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ یعنی ایسی خاموشی کہ سلام کا جواب تک نہ دوں اور اگر کوئی چیز مانگوں تو اشارے سے مانگوں اور اشارے سے ہی بات کروں لیکن ان کی اس ہدایت پر میں عمل نہیں کر سکا اور شاید وہ یہی کہیں کہ اسی وجہ سے گلے کی تکلیف ابھی دور نہیں ہوئی مگر باوجود اس وجہ کی موجودگی کے مَیں ڈلہوزی سے اسی نیت کے ساتھ واپس آیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو مَیں جمعہ کا ایک خطبہ وہاں پڑھا کر آؤں۔ خواہ وہ چند فقرے کا ہی کیوں نہ ہو اور اس خواہش

کے پورا ہونے پر مَیں اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میری اس آمد اور میرے اس خطبہ کے ارادہ سے بہت سے دوستوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اب میں پوری طرح کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ قادیان میں آتے ہی نکاحوں کے پڑھانے کی متواتر درخواستیں آنی شروع ہو گئیں حالانکہ میں جو یہ خطبہ پڑھ رہا ہوں اپنی صحت اور ڈاکٹروں کی رائے کے بالکل خلاف پڑھ رہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ اس بیماری کے ایام میں بعض اوقات میں نے بڑے بڑے لمبے عرصہ تک دعائیں کی ہیں کہ مجھے ایک دفعہ اپنے بعض خیالات کے تحریری طور پر یا تقریری طور پر بیان کرنے کا موقع مل جائے بلکہ بعض وقت ایسے بھی آئے ہیں کہ مجھے چند الفاظ کے تحریر کرنے کی بھی توفیق نہیں تھی۔ اور اس وقت یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید بیماری کا حملہ زیادہ ہو کر میں اس قابل بھی نہ رہوں میں نے اپنی وصیت لکھ کر محفوظ کر دی تھی۔ مجھ میں اتنی طاقت تو ابھی نہیں کہ میں اپنے خیالات کو مسلسل طور پر اور اپنی خواہش کے مطابق بیان کر سکوں۔ لیکن میں بعض باتیں اس موقع پر کہہ دینا چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو دوسرے موقع پر اور دوسری باتوں کو بیان کر سکوں گا۔

جہاں تک سلسلہ کی تنظیم کا تعلق ہے اور جہاں تک شریعت کے احکام کے نفاذ کا تعلق ہے مَیں سمجھتا ہوں میرے ہی زمانۂ خلافت میں یہ انتظام جاری ہؤا ہے اور مجھے اپنی زندگی میں بارہا یہ بات سننے کا موقع ملا ہے کہ تم کو اس مصیبت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کیوں نہ تم لوگوں کو صرف نصیحت کرنے پر ہی اکتفاء کرو اور شریعت کے احکام کے نفاذ کے لئے کسی سزا یا کسی اصلاحی تدبیر کے فکر میں مبتلا نہ ہو۔ میرے کانوں میں مختلف وقتوں میں یہ آوازیں بھی آئی ہیں کہ یہاں ظلم کیا جاتا ہے اور شریعت کے احکام کے توڑنے پر لوگوں کو سزائیں دی جاتی ہیں حالانکہ یہ کام انگریزی قانون کا ہے۔ ان کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ بعض دفعہ میرے کانوں میں یہ آواز بھی آئی ہے کہ گو شریعت کے احکام کے توڑنے پر یہ سزا تو دے سکتے ہیں لیکن جو سزا دی جاتی ہے اس میں سختی سے کام لیا جاتا ہے۔ جب انسان موت کے قریب ہوتا ہے تو اس کے اعمال اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں

میری حالت کمزور ہوتی گئی یہ سارے واقعات اپنی زندگی کے واقعات بھی اور وہ نقطہ نگاہ جو دوسروں نے میرے اعمال کے متعلق اختیار کیا یا سمجھا وہ بھی۔ سب ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے آنے شروع ہو گئے اور میں نے اپنے نفس سے پوچھا کہ میں نے یہ جو کچھ کیا ہے کیا اس وقت جبکہ میں ظاہری حالات کے لحاظ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہوں اور اپنے خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے جا رہا ہوں یہ سمجھتا ہوں کہ سلسلہ میں اسلامی احکام کے نفاذ کے خیال سے جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں کی یا اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جماعت کے لوگوں سے سختی کا معاملہ کیا ہے؟ مگر باوجود اس کے کہ میں اس وقت اپنے آپ کو زندگی سے موت کے بہت زیادہ قریب سمجھتا تھا، میرے نفس نے ایک منٹ کے لئے بھی مجھے ملامت نہیں کی۔ اور میں نے ان سارے امور کا جائزہ لیتے ہوئے یہی فیصلہ کیا کہ اگر مجھے دوبارہ جوانی کی عمر دی جائے اور دوبارہ مجھے اتنا ہی عرصہ خلافت کرنے کے لئے دیا جائے تب بھی میں وہی کام کروں گا جو اس بارہ میں گزشتہ 26 سال مَیں کرتا رہا ہوں۔ میں نے اپنے نفس کو باوجود اس کے ہزاروں، لاکھوں بلکہ ان گنت گناہوں کے اس بارہ میں اتنا طاقتور محسوس کیا کہ میں نے سمجھا مَیں خدا کے عرش کے سامنے کھڑے ہو کر اس بارہ میں ہرگز شرمندہ نہیں ہوں گا۔ میں نے جو کچھ کیا اسلام اور سلسلہ کی عظمت کے لئے کیا ہے۔ اور جو کچھ کیا ہے ان لوگوں کی بھلائی کے لئے کیا ہے جن کو سزائیں دینے کا مجھے موقع ملا۔ اور میرے نفس نے مجھے یہی جواب دیا کہ اس بارہ میں ندامت ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونی چاہیئے جن کو سزائیں دی گئی ہیں نہ کہ میرے دل میں کیونکہ مَیں نے اپنا قدم کبھی شریعت سے آگے نہیں بڑھایا۔ میں نے کبھی کوئی ایسی سزا نہیں دی جو میرے نزدیک شریعت کے منشاء کے خلاف ہو اور نہ کبھی کسی کو میں نے اس لئے سزا دی ہے کہ اس کی طرف سے میرے نفس کو یا میرے مال یا جان کو نقصان پہنچا ہے۔ ہر سزا جو مَیں نے دی خدا تعالیٰ کی عزت، اسلام کی عزت، قرآن کریم کی عزت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت اور احمدیت کی عزت کے لئے دی۔ اور ہر وہ کام جس میں خدا اور اس کے رسولوں اور اس کے دین کی عظمت کا سوال ہو وہ کسی صورت میں بھی ایک مومن کے لئے ندامت اور

شرمندگی کا موجب نہیں ہو سکتا۔

یہ ہے میرے دل کی وہ کیفیت جو اس وقت پیدا ہوئی جبکہ مَیں سمجھتا تھا کہ میرا ہر قدم کمزوری کی طرف جارہا ہے اور بظاہر میرے سنبھلنے کی کوئی امید نہیں اور اس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر خدا مجھے توفیق دے تو میں ایک دفعہ جماعت کے سامنے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دوں۔ چنانچہ آج میں آپ لوگوں کو اپنے ان خیالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے جب بھی میری موت کا وقت آئے تم میں سے وہ لوگ جنہیں اسلام اور احمدیت کے لئے سزائیں دی گئی ہیں یہ سمجھیں کہ اب تو ضرور اس کے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی ہوگی کہ اس نے ہمارے ساتھ زیادتی کی تھی مگر اس حالت میں سے ایک دفعہ میں پھر ہو کر آیا ہوں اور میں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ میرے دل میں ہرگز کوئی شرمندگی نہ تھی بلکہ میرے دل میں یہ احساس تھا کہ میں نے کم سے کم اس بارہ میں خدا تعالیٰ کے منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یاد رکھو کوئی دین اور کوئی سلسلہ دین اور سلسلہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا جب تک اس کے آئین اور قوانین کی پابندی جس طرح دلوں میں ہے اسی طرح ظاہر میں بھی نہ کی جائے۔ اگر ہم دنیا کے سامنے اسلام کی ایک آئندہ حکومت کا نقشہ کھینچتے چلے جاتے ہیں لیکن جہاں جہاں خدا نے ہمیں اس آئین اور قانون کو دنیا میں جاری کرنے کی طاقت بخشی ہے وہاں ہم اس آئین اور قانون کو جاری نہیں کرتے تو ہم ہرگز اپنے دعویٰ میں سچے نہیں کہلا سکتے اور نہ لوگوں کی نگاہ میں کسی عمدہ پروگرام کو جاری کرنے والے قرار پا سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی ذریعہ ہے جس سے ہم دنیا کو مسلمان کر سکتے ہیں اور وہ ذریعہ دنیا پر اس بات کو ثابت کر دینا ہے کہ ہم اپنے دعووں میں سنجیدہ اور سچے ہیں۔ اگر دنیا کو یہ یقین پیدا ہو جائے کہ یہ جماعت اپنے دعویٰ میں سچی اور سنجیدہ ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قربانی کرنے پر تیار ہے تو دنیا کی وہ مخالفت، وہ دشمنی اور وہ شوخی اور شرارت جو ہمارے مقابلہ میں اختیار کی جاتی ہے ریت کی دیوار کی طرح گر جائے کیونکہ صداقت ہمارے پاس ہے۔ اور صداقت کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اگر دنیا کو کسی بات کی امید ہے تو وہ یہ کہ ہم صداقت کو چھوڑ کر بھاگ

جائیں گے۔ پس وہ اس لئے دلیر نہیں ہے کہ صداقت ہمارے پاس نہیں بلکہ وہ اس لئے ہماری مخالفت میں دلیر ہے کہ یہ صداقت کے مدعی اپنے دعویٰ میں دیانتدار نہیں ہیں۔ وہ لوگ اسلام اور احمدیت کی سچائی میں متشکّک نہیں ہیں۔ ان کو صرف اس بات میں شک ہے کہ اس سچائی کے علمبردار اتنی ہمت بھی رکھتے ہیں یا نہیں کہ دنیا میں پھیل کر اسلامی حکومت کو قائم کر سکیں۔ پس اگر ہم مُنہ سے اس سچائی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن ہماری عملی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جب اس سچائی کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے تو ہم کہتے ہیں اس کو رہنے دو جس کا دل چاہے قرآن کے حکموں کو مانے جس کا دل چاہے قرآن کے حکموں کو ردّ کر دے، جس کا دل چاہے مرزا صاحب کے حکموں کو مانے اور جس کا دل چاہے ان کے حکموں کو توڑ دے یا جب کوئی شخص ہم میں سے کسی اسلامی حکم کی خلاف ورزی کرے اور اسے سزا دی جانے لگے تو تم کہو کہ تمہیں اس سے کیا۔ اگر کوئی شخص کسی حکم کو توڑتا ہے تو بے شک توڑے۔ جب دنیا ہمارے دل کی اس کیفیت سے آگاہ ہو گی تو وہ یقیناً اسے احمدیت کی موت کی علامت قرار دے گی۔ اور وہ کبھی بھی ان سچائیوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گی جو ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن اگر تم دنیا کو دیکھنے اور سمجھنے دو اور یقین کر لینے دو کہ اسلام اور احمدیت کی جس تعلیم کو یہ پیش کرتے ہیں اسے دنیا میں قائم کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر ان کے بیٹے، ان کی بیویاں، ان کے بھائی، ان کی مائیں، ان کے باپ اور ان کے عزیز ترین دوست بھی اس کے احکام کو توڑنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ان کو ایسا ہی ذلیل کرتے اور ایسی ہی انہیں سخت سزائیں دیتے ہیں جیسے اپنے اشدّ ترین دشمنوں کو اور ان کے دلوں میں کوئی رأفت اور رحم پیدا نہیں ہوتا۔ تو تم یاد رکھو دنیا اسی دن مرعوب ہو جائے گی۔ نہ صرف اس تعلیم سے جو ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے، اس سے تو ہر شخص مرعوب ہو ہی جائے گا بلکہ اس حربہ اور اس آلہ سے بھی جو اس سچائی کو پھیلانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے یعنی جماعت احمدیت کا نظام۔

پس یہ ایک ہی گُر ہے جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کا ہے۔ ہر شخص جو اس گُر کے استعمال کرنے میں کمزوری دکھاتا ہے، ہر شخص جو لوگوں سے ڈر کر اس طریقِ عمل کو

ترک کرتا ہے، ہر شخص جو اس بارہ میں بزدلی دکھاتا اور دُون ہمتی سے کام لیتا ہے، ہر شخص جو اس طریق پر معترض ہوتا ہے وہ اس انسان پر معترض نہیں جو اس کام کو کر رہا ہے وہ معترض ہے اس جذبہ پر جو اس کے پیچھے کارفرما ہے۔ وہ معترض ہے اس سچائی پر جو خدا نے بھیجی ہے۔ وہ معترض ہے اسلام کی آئندہ فتوحات اور غلبہ پر۔ وہ معترض ہے اسلام کی اس حکومت پر جو آئندہ قائم ہونے والی ہے۔ پس وہ اسلام اور احمدیت کا ہرگز دوست نہیں وہ اسلام اور احمدیت کا دشمن ہے، وہ سچائی کا دشمن ہے، وہ دنیا کی آئندہ ترقی کا دشمن ہے۔ وہ اس کارآمد چیز کا دشمن ہے جس سے بہترین انتظام قائم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اپنی بزدلی سے لوگوں کو سچائی کے مقابلہ کی دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے عمل سے دشمنوں کے حوصلوں کو بڑھاتا ہے۔ وہ اپنے طریق سے خداتعالیٰ کی کتابوں اور اس کے احکام کو ردّ کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔

پس میرے دل میں اس بیماری کی حالت میں یہ خواہش اٹھی کہ خدایا ممکن ہے لوگ یہ سمجھیں کہ آج تیرے سامنے میں اپنے سلوک کی وجہ سے شرمندہ ہوں گا تُو میرے قلم کو تھوڑی دیر کے لئے چلنے کی توفیق عطا فرمایا میری زبان کو بولنے کی توفیق دے تاکہ دنیا کو میں یہ بتاسکوں کہ میں اپنے اس طریقِ عمل کی وجہ سے ہرگز شرمندہ نہیں ہوں بلکہ اگر خدا مجھے پھر زندگی دے اور پھر مجھے جوانی عطا فرمائے تو میں پھر اسی کام کو کرنے کے لئے تیار ہوں جو میں نے اس بارہ میں آج تک کیا کیونکہ میں نے وہ کام کسی کی دشمنی کی وجہ سے نہیں کیا، کسی کی عداوت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ شاید جن لوگوں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو اتنا دکھ نہیں پہنچا جتنا دکھ ان کو سزا دینے کی وجہ سے مجھے پہنچا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ مجھے زندگی دے تو میں پھر بھی یہی کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور میں اس پر ہرگز شرمندہ نہیں بلکہ فخر کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے مجھے احکامِ شریعت کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائی۔ مگر ساتھ ہی میں افسوس کرتا ہوں کہ جو تلوار خداتعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی تھی وہ مجھے اپنے ہی بعض بھائیوں کی گردن پر چلانی پڑی لیکن پھر بھی میں نادم نہیں ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہو یا نہ ہو خداتعالیٰ احمدیت میں ہمیشہ ایسے لوگوں کو قائم رکھے جو اسلام اور احمدیت کے مقابلہ میں اپنے باپ، اپنی ماں، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیوی، اپنے رشتہ دار اور اپنے کسی عزیز سے عزیز ترین

دوست کی بھی پرواہ نہ کریں اور ان کے معاملہ میں کسی قسم کی رعایت سے کام نہ لیں۔ ان کا غصہ بھی خدا تعالیٰ کے لئے ہو اور ان کی محبتیں بھی خدا کے لئے ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ احمدیت میں ان لوگوں کو بھی قائم رکھے جو دنیا میں عدل اور انصاف کو قائم کرنے کے لئے ہر اس سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں جو اسلام میں ان لوگوں کے لئے مقرر ہے جو اس کے احکام کو توڑنے والے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم پر فضل کر کے ایسے لوگوں کی اصلاح ہی کر دے جو اسلام اور احمدیت کے قانون کو توڑنے والے ہوں تا کہ جس طرح ہم اس کے احکام کو نافذ کر کے اس کی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ہم کو یہ خوشی بھی عطا کر دے کہ ہمارے دوست اور عزیز اس کے احکام کو توڑنے والے نہ بنیں بلکہ اس کے کامل فرمانبردار بندے بن جائیں تا کہ ہم کو نہ سزا دینے کا خیال پیدا ہو اور نہ شریعت ہم سے اس کا تقاضا کرے۔" (الفضل 11 ستمبر 1943ء)